مولای صل وسلم دائما ابدا   **درس حدیث**   علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

بعد کے آنے والوں کا قابلِ رشک اِیمان ۔ قاضی شریحؒ حضرت علیؓ کی نظر میں صحابہؓ کی علمی آزمائش ۔ اِمام اَبو یوسفؒ کا خوف و خشیت اَور بے باک فیصلے اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن کا درجہ اَور اُس کی وجہ

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 64 سائیڈ A   1987 - 01 - 09)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

حضرتِ آقائے نامدار ﷺ نے ایک دفعہ صحابۂ کرامؓ سے دریافت کیا **اَیُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَیْکُمْ اِیْمَانًا** تمہیں مخلوقات میں اِیمان کے لحاظ سے کون سی مخلوق زیادہ عجیب لگتی ہے، اِس طرح کی باتیں رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحابۂ کرامؓ سے پوچھتے رہتے تھے۔

اِس کا ایک فائدہ ہے فائدہ یہ ہے کہ جب سوال کیا جائے گا تو سُننے والا غور کر کے جواب دے گا اُس سے اُس کی سمجھ کا اَندازہ ہوگا یہ ایک طرح کا اِمتحان ہوگیا کہ میرے ساتھی مجھ سے سیکھنے والے میرے صحابہ اِن کی سمجھ کتنی مکمل ہوئی ہے اَور کتنی اَور ہونی ہے اَور کس کی ہوگئی کتنی اَور کس کی کتنی نہیں ہوئی، ایک فائدہ تو یہ تھا تو ایسے سوالات رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کرتے رہا کرتے تھے۔ تو کبھی صحابۂ کرام کی سمجھ میں آتا تھا تو جواب دیتے تھے اَور بالکل سمجھ میں نہ آئے تو پھر کہہ دیتے تھے کہ اَللہ زیادہ جان سکتا ہے جناب زیادہ جان سکتے

ہیں اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ اور سمجھ میں آجاتا تھا تو جواب دے دیتے، وہ صحیح ہوتا تھا تو ٹھیک ہے نہ صحیح ہو تو رسول اللہ ﷺ صحیح کر دیتے تھے تو ایک فائدہ تو یہ تھا کہ آزمائش ہوتی رہے سمجھ داری کی گویا ایک طرح کا اِمتحان ہو گیا۔ اَور دُوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب کسی آدمی سے کوئی سوال کیا جائے اَور اُسے جواب نہ آئے تو پھر پوری توجہ دیتا ہے کہ جواب اِس کا کیا ہو سکتا ہے۔

اِمام اَبو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اُن کی بیمار پُرسی کے لیے گئے اَور اُنہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ توقعات تھیں کہ تم بعد تک زندہ رہو گے اَور دینی خدمت اَنجام دو گے وغیرہ۔ اُن کی تعریف بھی کی اُس تعریف سے اُن کو یہ خیال ہوا کہ میں اِس قابل ہو گیا ہوں کہ میں اپنا حلقۂ درس اَلگ قائم کر لوں، اُن کو صحت ہو گئی تو حلقۂ درس الگ قائم کر لیا۔

اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ وہ ٹھیک بھی ہو گئے ہیں اَور آئے نہیں ہیں تو کسی نے بتایا کہ وہ تو اِس طرح سے درس دے رہے ہیں۔ اِس میں کوئی نفسانیت نہیں تھی بس سمجھ کی بات تھی صرف اَور معلوم ہوتا ہے کہ نفسانیت اُن کے پاس آئی ہی نہیں۔

تو اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خیال ہوا کہ یہ اِنہوں نے کام ٹھیک نہیں کیا اَبھی بہت ساری چیزیں تربیت کی باقی ہیں تو اُن کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ یہ مسئلہ پوچھو اُن سے جا کر کہ ایک آدمی نے دھوبی کو کپڑے دِیے کہ یہ دھو دو، جب وہ کپڑے لینے گیا ہے اُس سے کہ بھئی دُھل گئے یا نہیں؟ تو اُس نے کہا کہ اَبھی نہیں دُھلے اُس کے بعد وہ کپڑے لے آیا کہ یہ تیار ہیں کپڑے تو اَب اُن کپڑوں کی اُجرت دینی ہو گی یا نہیں؟ تو اگر اِمام ابو یوسف جو یعقوب کہلاتے تھے وہ یہ کہیں کہ نہیں دینی ہو گی تو پھر کہہ دینا کہ اَخْطَأْتَ یہ آپ نے جواب غلط دیا اَور اگر وہ کہیں کہ اُجرت دینی ہے تو بھی کہہ دینا کہ اَخْطَأْتَ غلط بات ہے یہ ٹھیک نہیں ہے۔ دونوں صورتوں میں یہی کہہ دینا تو وہ گیا اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا تو اُنہوں نے کہا اُجرت دینی چاہیے تو اُس نے کہا اَخْطَأْتَ غلط بات پھر سوچتے رہے پھر سوچنے کے بعد ذہن میں یہ آیا کہ نہیں دینی چاہیے تو اُس نے کہا اَخْطَأْتَ اَور اِمام صاحبؒ نے سمجھایا یہی تھا کہ یہ کہہ کر واپس چلے آنا تو وہ واپس آ گیا یہ سوچتے رہے پھر اِنہوں نے کہا کہ یہ تو میں نہیں حل کر سکتا تو پھر اپنے اُستاد اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اُنہوں نے دیکھا دیکھ کر کہا کہ وَاللّٰہِ مَاجَاءَ بِکَ اِلَّا مَسْئَلَۃُ الْقَصَّارِ یہ جو دھوبی کا مسئلہ ہے اِسی کے

لیے تم آئے ہو تو پھر اِنہوں نے پوچھا کہ اِس کا جواب ہونا کیا چاہیے۔

دھوبیوں کی پرانی عادت :

تو دھوبیوں کی پرانی عادتیں چلی آرہی ہیں کہ جو اچھے کپڑے آجاتے ہیں اَور اِن کے یہاں کہیں بیاہ شادی ہو تو وہ دھو کر اپنے لیے رکھ لیتے ہیں ایک جوڑا پہن کر جائیں گے پھر واپس آکر اُتار کر دھو دیں گے اَور پھر مالک کو دے دیں گے یہ اِن کا طریقہ پرانا چلا آرہا ہے۔ تو اِمام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ دیکھا جائے کہ جب یہ کپڑے لینے گئے اَور پھر دھوبی نے یہ کہہ دیا کہ نہیں دُھلے تو اُس نے یہ اِس لیے کہا تھا کہ سچ مُچ اُس کے ذہن میں یہی تھا کہ نہیں دُھلے یا اِس لیے کہ اُس کی نیت یہ تھی کہ میں یہ پہن کر جاؤں گا جوڑے یعنی آپ کے لیے دھویا اُس نے یا اپنے لیے دھویا یہ اُس سے پوچھنا ہوگا کہ وہ صحیح بات بتائے کہ کیا قصّہ تھا۔

پہلے جو تو نے کہا کہ نہیں دُھلے تو کیوں کہا، یہ بتا؟ تو اگر وہ کہے کہ میں بھول گیا تھا یا مغالطہ ہوا تو پھر تو آپ دیں گے اُس کو پیسے اَور اگر وہ یہ کہے بھولا تو نہیں تھا بس ایسے ہی ذہن اِدھر اُدھر تھا یہ تھا وہ تھا باتیں بنائے تو پھر سمجھ جانا چاہیے کہ یہ اُس نے اپنے لیے دھوئے تھے تمہارے لیے نہیں دھوئے تو ایسی صورت میں تمہارے اُوپر اُجرت اُس کی واجب نہیں۔ گویا مطلقًا یہ کہنا کہ اُجرت دی جائے گی یہ بھی صحیح نہیں اَور یہ کہنا کہ نہیں دی جائے گی یہ بھی صحیح نہیں بلکہ کچھ پوچھ گچھ کی جائے گی کہ تیرے یہ کہنے کی وجہ کیا تھی۔ تو پھر اِمام اَبو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو تنبّہ ہوا کہ واقعی گہرائی میں پہنچنے کے لیے جس کیفیت کی اَور جس عقل کی ضرورت ہے اَبھی میں اُن علوم تک نہیں پہنچا ہوں تو پھر وہ مزید اُن سے علوم حاصل کرتے رہے۔

اِمام اَبو یوسفؒ پر اہلِ یورپ کے اِعتراضات اَور اُن کی وجہ :

اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو آج کل بڑا بدنام کیا گیا ہے مستشرقین نے خاص طور پر اُنہیں طعنہ زنی کا نشانہ بنایا ہے کہ وہ سرکاری مولوی تھے وہ ایسے تھے وہ ایسے تھے بہت کچھ بکتے ہیں اُن کے بارے میں، مقصد یہ ہے اُن کا کہ جن لوگوں سے اِن (مسلمان) لوگوں نے مسائل سیکھے ہیں اُن کے بارے میں بُری سے بُری جو بات ہو سکتی ہے بُرائی کی وہ سامنے لائی جائے تاکہ اِن کا اعتماد اُن پر سے ہٹ جائے ایک طرح کی گمراہی پھیلانی مقصود ہے اُن کی، ایسی عجیب وغریب باتیں جو ہم نے کبھی نہیں سُنیں وہ مستشرقین نے نکال کر سامنے رکھیں کہ یہ ہیں وہ باتیں حالانکہ وہ باتیں بالکل بے بنیاد ہیں یا ایسی ہیں کہ اُن کو توڑ موڑ کے خراب کیا گیا ہے کہ

وہ تو خلیفہ کے فلاں وقت کام آئے اَور اُس کی منشاء کے مطابق اُنہوں نے فیصلہ دیا فلاں وقت یہ کیا ایسی ایک آدھ چیز لے لی لیکن اَگر اِمام ابو یوسفؒ کی کتابیں دیکھی جائیں اُن کی تحریرات دیکھی جائیں اُن کا طرزِ خطاب دیکھا جائے تو بڑا عجیب ہے۔

اِن کی کرامت :

چند ایک تو اُن کی کرامتوں کے واقعات ہیں بڑے عجیب۔ کسی نے کہا تھا کہ فلاں کے بارے میں آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ اُسے مار دیا جائے اَور ایسے ہم نے اُس کو قتل کیا ہے تو اُس کے خون میں سے آواز آرہی تھی ''اللہ اللہ'' کی تو اُن کے پاس کوئی گلاس تھا اُس کا پانی پھینکا اُنہوں نے تو اُس میں سے لوگوں کو آواز آتی رہی ''اللہ اللہ'' کی تو اُنہوں نے کہا یہ بھی کوئی چیز نہیں ہے یعنی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو بڑا درجہ دیا جائے۔

حضرت علیؓ اَور عدالتی نظام :

ایک دفعہ فیصلہ تھا کوئی تو جو اُوپر کا حاکم ہوتا ہے اُسے اِختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو وہ عدلیہ میں خود چلا جائے یا اُس کو اِختیار دے دے کہ تمہیں اِختیار ہے کہ میرے مقدمات بھی سن لو جیسے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو اِختیار دیا تھا کہ تمہیں اِختیار ہے۔ اَور ایک یہودی نے زرہ چُرالی تھی تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے یہاں مقدمہ دائر کیا یہودی کو بُلایا یہودی نے کہا یہ میری ہے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے اُنہوں نے کہا کہ جناب کے گواہ؟ تو اُنہوں نے کہا یہ حسنؓ اَور حسینؓ ہیں گواہ۔

تو قاضی شریحؒ نے کہا کہ بیٹوں کا رشتہ ایسا ہے کہ اِن کو گواہ تسلیم کرنا یہ تو ٹھیک نہیں ہے ایک رائے اُنہوں نے دی کہ ایسے نہ ہونا چاہیے۔ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ دو ایسے ہیں کہ اِن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ یہ فرمایا ہے اِس لیے یہ اِعتبار کے قابل ہیں ویسے بیٹے کا رشتہ ایسا ہے کہ وہ باپ کے حق میں گواہی دے تو وہ قابلِ اعتبار نہ ہونی چاہیے۔ اُنہوں نے پھر کہا کہ ہیں تو بیٹے رشتہ تو وہی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعریف اُن کے حق میں وہ اپنی جگہ اَور یہ بات کہ وہ گواہی دے سکیں آپ کے لیے یہ تو رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تو اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے۔

پھر یہودی سے بات کی یہودی نے قسم کھالی کہ یہ میری ہے بس حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اُٹھ گئے اَور مسکراتے ہوئے تشریف لے آئے۔ یہ فیصلہ اُس یہودی کے اِیمان کا باعث ہوا کہ وہ مسلمان ہوگیا

کہ اِس قدر عدل اَور اِنصاف تھا تو اُن کی خلافت کو خلافتِ راشدہ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ کہا گیا ہے یعنی جیسے نبی ﷺ نے طریقہ رکھا تھا اُس پر قائم رہنا بڑا مشکل کام ہے تو اُس طریقے پر تھی اُن کی خلافت۔

قاضی شریحؒ حضرت علیؓ کی نظر میں :

قاضی شریحؒ تھے تو تابعی مگر فتوے فیصلے بہت عمدہ دیتے تھے جب حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے ہیں تو قاضی شریحؒ نے کہا کہ اَب تو جناب تشریف لے آئے ہیں تو خود فیصلے فرمائیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے فرصت بالکل نہیں، یہ ہے کہ میں تمہاری عدالت میں آؤں گا دیکھوں گا فیصلے کیسے کرتے ہو اُن کی عدالت میں گئے اُن کے مقدمات سُنے اَور پھر بہت خوش ہوئے اَور فرمایا قُمْ یَا شُرَیْحُ فَاَنْتَ اَقْضَی الْعَرَبِ بہت تعریفی کلمات ہیں جیسے شاباش دی جاتی ہو کہ تم بہترین فیصلہ دیتے ہو اَور حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا اَور حضرتِ عمر رضی اللہ کا تو قول ہے ہی یہ کہ اَقْضَانَا عَلِیٌّ ہم میں سب سے عمدہ فیصلہ دے سکتے ہیں تو حضرتِ علیؓ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے اَور بڑے پُر پیچ فیصلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دِیے ہیں اَور صحابۂ کرام کو اِشکال ہوا ہے اُس میں تو اُنہوں نے یہ اِشکال پیش کیے ہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو علی نے فیصلہ دیا ہے میں بھی وہی جانتا ہوں یعنی بالکل ہی صحیح فیصلہ ہے۔

اِمام اَبو یوسفؒ کا خوف وخشیت اَور بے باک فیصلے :

اِمامِ ابو یوسفؒ کے سامنے بھی لایا گیا ایک قضیہ اَور مدعٰی علیہ یا مدعی ہارون رشید تھے تو فیصلہ جب ہوا تو عدالت میں آگئے ہارون رشید خود، تو اِمام ابو یوسفؒ نے اُس کو کچھ بہتر درجہ دیا جیسے بیٹھنے کی اِجازت دی جائے یا بہتر جگہ بٹھایا جائے تو اِس طرح کا کچھ سلوک کیا پھر اُنہوں نے سُن کر ہارون رشید کے حق میں نہیں بلکہ دُوسرے کے حق میں دیا ہے فیصلہ۔ لیکن وہ اَفسوس کرتے تھے کہ میں نے اِن کو اُس کے برابر کیوں نہیں بٹھایا یا اُس کے برابر کیوں نہیں کھڑا کیا خصوصیت کیوں کی اِن کے ساتھ اِس پہ اُنہیں اَفسوس رہا ملال رہا مدتوں۔

کتاب الخراج کی تمہید :

پھر ہارون رشید نے پوچھے تھے کچھ مسائل اُن سے تو اُنہوں نے اُس کا جواب لکھا کتاب الخراج

میں اُس کی تمہید جو ہے وہ بڑی سخت ہے وہ آج کے دَور میں لکھ دے اِس طرح کی چیز حاکمِ اعلیٰ کے لیے تو یا تو اُسے عین جمہوریت [1] کہنا پڑے گا یا یہ کہ بغاوت کہنا پڑے گا، بادشاہوں کے یہاں تو یہ بغاوت سے کم نہیں ہے جو اُن کی لکھی ہوئی ہے موجود ہے چھپی ہوئی ہے۔

اِمام کرخیؒ کا تقوی اَور علمی اِنہماک :

ایک بزرگ گزرے ہیں کرخی رحمۃ اللہ علیہ اَور اِن کے بارے میں ہے کہ وہ بڑے ہی متقی تھے اُنہوں نے ساری عمر جو اپنے والد سے وراثت ملی تھی اُسی میں گزارہ کیا اَور علمی کام کے سوا دُوسرا کام کوئی نہیں کیا تو کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا خود اپنا واقعہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اِسی طرح وقت گزارا اَور جب بالکل عمر کا آخری حصّہ آ گیا تو پھر کسی نے اُن سے ایک دفعہ کہا کہ آپ کا جو مکان ہے اُس کا فلاں حصّہ جو ہے وہ شکستہ ہو رہا ہے تو وہ کہنے لگے کہ میں تو اُدھر آٹھ یا دس سال سے گیا ہی نہیں، وہ پیسے ختم ہوتے رہے حتّٰی کہ مکان کی کڑیاں بیچ دیں اَور ایک خادمہ تھی اُن کی اُس کو یہ حکم تھا کہ وہ تیار کرے کھانا لا کر رکھ دے اَور چلی جائے تو یہ اُس میں سے کھا لیتے تھے برتن رکھ دیتے تھے کام اپنا جو تھا وہ یہی تھا علمی کام صرف۔

اَور کرخیؒ کا نام کتابوں میں بہت آتا ہے اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ اُن کی اپنی وفات تو اِس طرح ہوئی ہے کہ اُس لڑکی نے آ کر کہا اُن کی خادمہ نے کہ جو پیسے آپ نے دِیے تھے وہ سب ختم ہو گئے، کھانا تو دے دیا لا کر مگر جو پیسے دِیے تھے وہ سب ختم ہو گئے تو اِنہوں نے وضو کی، نماز پڑھی نماز کے بعد دُعاء مانگی اَور یہ کہ میں نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا کسی کے زیرِ بار نہیں رہا تو یہ پیسے ختم ہو گئے ہیں تو اَب اِس دُنیا سے تیرے پاس آنا بہتر ہے، بس اُن کی وفات ہو گئی اُس کے بعد۔

اِمام اَبو یوسفؒ کے بارے میں اِمام کرخیؒ کا خواب :

تو کرخیؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا خواب میں کہ جنت کو صاف کیا جا رہا ہے تو میں نے ایک فرشتے کو روکا پوچھا اُس سے کہ بھئی یہ کیا ہو رہا ہے؟ اُس نے کہا یہ صاف کی جا رہی ہے دھوئی جا رہی ہے کہا یہ تو صاف ہوتی ہی ہے اُنہوں نے کہا مزید حکم مِلا ہے کہ صاف کی جائے اَور وقت تھوڑا ہے وہ آگے چلا گیا۔ کہتے ہیں میں نے دُوسرے کو دیکھا اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ یہ یعقوب کے لیے اِنتظام ہو رہا ہے اِمام ابو یوسفؒ

---

[1] اِس سے اِسلامی جمہوریت مراد ہے نہ کہ مغرب کی کفریہ جمہوریت۔

کا نام یعقوب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِسے اُور صاف کرو اُور سجاؤ اُور اُن کو پہلے میرے پاس لاؤ میں اُن پہ موتی نچھاور کروں گا پھر اُنہیں (جنت میں) اِس جگہ لے جانا۔

مخالفین کی باتوں پر صبر :

تو پھر دُوسرے تیسرے فرشتے سے کسی سے اُنہوں نے روک کر پوچھا اِنہوں نے کہا کہ یہ درجہ کس لیے ہے اُن کو؟ کہنے لگے وہ لوگوں کی جو باتیں ہوتی تھیں اُن کو برداشت کرتے تھے اِس پر اُن کو یہ درجہ دیا گیا ہے۔ تو باتیں طرح طرح کی ہوتی رہیں اُور ہر حاکم کے بارے میں ہوجاتی ہیں اُور .... پر آنے والا بھی سختی کرتا ہے اُور حاکم کو یہ حکم ہے کہ وہ غصّہ نہ کرے وہ اِنصاف کرے تو ایسی چیزیں جو ہیں یہ اُن کے اَجر کا باعث ہوئیں۔

بہر حال آقائے نامدار ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا پوچھتے تھے سوال کیا کرتے تھے تو صحابہٴ کرامؓ نے جواب دیا کہ ملائکہ کا اِیمان سب سے عجیب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس میں کون سی تعجب کی بات ہے ملائکہ کے اِیمان میں مَالَھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ کیوں اِیمان نہ لائیں وہ وَھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وہ تو اللہ کے پاس ہیں سب چیزیں اُنہیں نظر آتی ہیں جن چیزوں کا تم سے کہا گیا کہ اِیمان لاؤ وہ اُنہیں نظر خود آرہی ہیں تو اُس میں کون سی بات ہوگئی، پھر صحابہٴ کرامؓ نے جواب دیا کہ پھر اَنبیائے کرام تو فرمایا مَالَھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ انبیائے کرام کیوں اِیمان نہ لائیں وَالْوَحْیُ یَنْزِلُ عَلَیْھِمْ اُن پر تو وحی آتی ہے جن پر خود وحی آرہی ہو صاحبِ وحی ہوں وہ کیوں اِیمان نہیں لائیں گے قرآنِ پاک میں ہے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ رسول کا خود اِیمان ہے اُس پر جو اللہ کی طرف سے اُن کے اُوپر اُتارا گیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا اُور آپ سے پہلے تمام اَنبیائے کرام کا یہ تھا تو اگر اپنا یقین نہ ہو تو دُوسرے کو دعوت کیسے دے گا تو اپنا اِیمان تو سب سے پہلے ہوگیا تو اِس میں کون سی بات ہوگئی فرشتہ آتا ہے خطاب کرتا ہے وہ دیکھتے ہیں اُنہیں بہت سی چیزیں نظر آتی ہیں جو چیزیں تمہیں نہیں نظر آتیں۔

کہنے لگے کہ پھر اچھا ہمارا اِیمان ہے اُس کے بعد، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اِیمان نہ لانے کا مطلب ہی کوئی نہیں تمہیں تو ہونا ہی چاہیے مؤمن کیونکہ میں تمہارے بیچ میں ہوں وَاَنَا بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ تم میں موجود ہوں تو اَب سب ہی جو اُن کے ذہن میں تھے وہ طبقات سامنے آگئے ملائکہ اَنبیائے کرام اُور خود

صحابۂ کرام اَور رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ تم روزانہ مجھ سے معجزات دیکھتے ہو تمہارے اِیمان نہ لانے کی وجہ تو کوئی ہے ہی نہیں دُوسری جگہ یہ بھی آرہی تفسیر اِس کی۔ پھر خود رسول اللہ ﷺ نے جواب اِرشاد فرمایا کہ اَعْجَبُ الْخَلْقِ اِلَیَّ میرے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ تعجب وہ لوگ ہیں اِیمان کے اعتبار سے کہ جو میرے بعد آئیں گے یَجِدُوْنَ صُحُفًا فِیْهَا کِتَابٌ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِیْهَا [1] اُنہیں کوئی چیز نظر نہیں آئی نہ ملائکہ نہ وحی نہ رسول نہ صحابۂ کرام نہ اَور کچھ مگر وہ اِیمان قبول کریں گے رہیں گے اِیمان پر قائم وہ لوگ سب سے عجیب ہیں یعنی تعجب کی بات تو اُن کا اِیمان ہے جنہوں نے کچھ بھی نہیں دیکھا سوائے اِس کے کہ اُن کے پاس کتاب اللہ پہنچی ہے اَحادیث پہنچی ہیں اِسلام کی تعلیمات پہنچی ہیں اَور اُنہوں نے یہ سُن کر اِیمان قبول کر لیا وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ باعثِ تعجب ہیں کہ وہ کیسے مؤمن ہو رہے ہیں۔

غیر مسلموں کا اِسلام کی طرف رُجحان :

تقسیم سے پہلے تو ہندؤں کا اِسلام کی طرف بڑا رُجحان بڑھ گیا تھا کلکتہ میں مسجد ناخدا ہے کوئی دِن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ وہاں دو تین دو تین آدمی مسلمان نہ ہوتے ہوں اِسی طرح کی رفتار اَور بھی بڑھتی جارہی تھی تو اَب ہفتہ میں ایک آدھ مسلمان ہو جاتا ہے ورنہ وہاں دو دو تین تین چار چار پانچ پانچ چھ چھ سات سات آدمی روزانہ مسلمان ہوتے تھے تو ایک آدمی بھی مسلمان ہو جائے تو پھر اُس کا اَثر پورے خاندان پر پڑتا ہے پھر اِیمان بڑھتا ہے۔ اَور اُس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ اَب جبکہ مسلمانوں پر وہاں ہر طرح کا عتاب آرہا ہے اُس وقت بھی مسلمان ہو رہے ہیں لوگ تو یہ واقعی آقائے نامدار ﷺ کا فرمان جو ہے یہ سب سے زیادہ وزنی ہے اِس پر تو ہمیں بھی تعجب ہوتا ہے کہ وہاں مسلمان ہونے والے اَب کیسے مسلمان ہو رہے ہیں وہ مسلمان ہو کر جمتے ہیں اُس پر اُنہیں تکالیف دی جاتی ہیں سب کچھ ہوتا ہے سب برداشت کرتے ہیں تو یہ خدا کی توفیق ہے اَور ہدایت ہے اَور رسول اللہ ﷺ نے جو اپنی اُمت کے بارے میں فرمایا ہے بشارتیں دی ہیں اِطلاعات دی ہیں حالات بتائے ہیں اُن میں سے یہ چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِیمان کی دولت سے مالا مال فرمائے اَور آخرت میں آپ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء ....

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۵۸۴